Date of Publication: 02-06-2013 PRICE Rs. 2/-

POSTED ON 03-04 June 2013
R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) -01/1195/2012-14
Licensed to Post Without Prepayment U (C)160/2012-14

HAMARI ZABAN (WEEKLY)

ہفت روزہ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

8-14 June 2013 — ۸تا۱۴/جون ۲۰۱۳ء

Issue: 22, Vol.: 72 — شمارہ نمبر:۲۲،جلد نمبر:۷۲

اداریہ

رفتید ولے نہ از دلِ ما

الوداع
اصغر علی انجینئر

کرۂ ارض کا شاید ہی کوئی حصہ ایسا ہو جہاں اصغر علی انجینئر کا نام نہ پہنچا ہو اور دنیا کے شاید کم ہی مقامات ایسے ہوں گے جن کا دورہ انھوں نے نہ کیا ہو۔ تو کیا وہ کوئی جنونی قسم کے سیلانی تھے یا قدرت نے انھیں اس قدر مال و دولت سے نوازا تھا کہ وہ بے دریغ عالمی سیاحت کے عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں ان کے سینے میں انسان دوستی کے جذبے سے معمور ایک حساس اور درد مند دل تھا۔ یہ وہ صفت ہے جو قدرت کی طرف سے تو بھر پور طریقے سے پیغمبروں کو ودیعت ہوتی ہے اور اس کے بعد انسان دوستی اور خدمتِ خلق کے وسیلے سے اصغر علی انجینئر جیسے افراد کے حصے میں بھی آتی ہے۔ اس صفت کو امانت کی طرح جان کے ساتھ سنبھال کر رکھنے کی کڑی شرطیں ہیں۔ یعنی انسان بے لوث ہو، دنیاوی آلائشوں کی بے وقعتی کا اسے عرفان ہو چکا ہو۔ اس کے رہن سہن، پہننے اور اوڑھنے، کھانے پینے میں سادگی ہو، مشاغل و تفریحات کی نہ اسے فرصت ہو اور نہ ان میں اس کا جی لگتا ہو۔ اس کے ساتھ اگر خدا نے اسے علم اور ذہانت عطا کی ہے، جس سے اصغر علی انجینئر کی شخصیت یقیناً مملو تھی تو اس کے وسیلے سے وہ خود کو منشاے ایزدی کی تفہیم کے عمل میں مبتلا کرے اور اس منشا کے سانچے میں اپنے علم و عمل کو ڈھالتے ہوئے خدمتِ خلق کی مہم پر نکل کھڑا ہو۔ اور یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ مہم کٹھن تو ہوتی ہے، بہ قولِ شاعر:

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

تو اصغر علی انجینئر 'اک جان کا زیاں' اٹھاتے ہوئے ہم سے رخصت ہو گئے۔ لیکن یہ زیاں کہ وہ ہمارے بیچ نہیں ہیں دراصل آپ کا اور ہمارا ہی ہے، انھوں نے تو زندگی بھر سودائے عشق کا نفع ہی کمایا۔ اصغر علی انجینئر پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے۔ لیکن چوں کہ وہ داؤدی بوہرہ فرقے کے ایک فرد بھی تھے اس لیے انھوں نے خود اپنی کمیونٹی میں ایک اصلاحی تحریک کی بنا ڈالی اس طرح انھوں نے ملازمت ترک کر کے ایک کل وقتی خادمِ خلق کا درجہ اختیار کر لیا۔ یہاں سے ان کی زندگی دو شعبوں میں تقسیم ہو گئی ایک علم کا اور دوسرا عمل۔ علم کے شعبے میں انھیں ایک روشن خیال دانش ور اور ادیب کا درجہ حاصل تھا اسی کے ساتھ ساتھ وہ اسلامیات میں بھی درک رکھتے تھے چناں چہ قرآن ان کے مطالعے کا خصوصی موضوع تھا اور ان کے تمام دلائل اور تاویلات قرآنی آیات پر ہی مبنی ہوتی تھیں۔ ان کی ترقی پسندی اور قرآن پر ان کے ایقان کے درمیان کوئی تضاد نہیں تھا چناں چہ عمل کے میدان میں انھوں نے اپنی ذات سے اقبال کے اس شعر کی مثال بہم پہنچائی تھی:

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرماروا کے سامنے بے باک ہے

ایسے انسان کا مقدر ابتلا اور آزمائش ہوتا ہے اور جس راہ پر وہ گامزن تھے وہاں یہ تو ہونا ہی تھا۔ لیکن اس علمی جدو جہد کے ساتھ ساتھ قدرت کی طرف سے انھیں اسکالر شپ کی جو نعمت ودیعت ہوئی تھی انھوں نے تصنیف و تالیف کی شکل میں اس کا بھی بھر پور حق ادا کیا۔ پریم چند پر ان کی اردو میں مستقل تصنیف ان کی اولین تحریروں میں سے ہے۔ انھوں نے فسادات کے موضوع پر مختلف فساد زدہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد جو معرکہ آرا کتاب لکھی اسے اس غرض سے خود ہی اردو میں ترجمہ کیا کہ فسادات کے شکار ہونے والوں میں اکثریت ان عام مسلمانوں کی ہوتی ہے جنھیں معمولی اردو تو آتی ہے مگر انگریزی نہیں۔ یہ خوبی ہندستان کے کسی انگریزی داں دانشور میں نہیں کیوں کہ ان کے لیے علمی کتابیں کسی سماجی بدلاؤ کے محرک کے طور پر نہیں بلکہ ذاتی شہرت اور دیگر مختلف دنیوی مقاصد کے حصول کی غرض سے لکھی جاتی ہیں۔ یقیناً اصغر علی انجینئر کو دنیا ایک عرصے تک بھلا نہ پائے گی، نہ حقوقِ انسانی کے مجاہد کی حیثیت سے اور نہ ایک اسکالر اور دانش کے طور پر۔ 'حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا'۔

اطہر فاروقی

●❖●



دوسری اور آخری قسط

مصحفی اور اُن کا عہد: ایک جائزہ

ڈاکٹر الف ناظم (امن گیٹ، ابوبکر نگر، دیوریا 27400، یوپی)

مصحفی کو الفاظ و تراکیب کے استعمال میں مہارت حاصل تھی۔ ان کے کلیات میں ہر طرح کے الفاظ نظر آتے ہیں۔ پامال استعاروں میں بھی مصحفی نے نئی جہتیں دریافت کیں۔ عوامی بول چال اور روزمرہ کے ساتھ ساتھ فارسی کی خوش آہنگ ترکیبیں بھی سلیقے سے استعمال کیں۔ مصحفی کے بعد کی نسل نے ان کی زبان کو معیاری اور مستند جان کر اس کی پیروی کی۔ بقول جلیل:

اس فن کا جلیل کیا کہنا
مصحفی کی زبان ہے گویا

صنفِ مثنوی کو سب سے زیادہ کارآمد قرار دیا گیا کہ اس میں ہر قسم کے خیالات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ فارسی شاعری میں مثنوی کی شاندار روایت رہی ہے لیکن عربی شاعری میں مثنوی کا رواج نہ تھا۔ اردو میں مثنوی کی روایت دوسرے اصناف کے مقابلے میں زیادہ قدیم ہے۔ صوفیائے کرام کی ہندوستان آمد کے بعد سے ہی مثنوی کے نمونے ملنے لگتے ہیں۔ عموماً اخلاق و تصوف کے مضامین ہی نظم کیے جاتے تھے۔ مثنوی کا آغاز دکن میں ہوا۔ دکن میں بلند پایہ مثنوی نگار گزرے ہیں، دکن کے بیشتر شعرا بنیادی طور پر مثنوی نگار ہی تھے۔ تعداد کے اعتبار سے یہ مثنویاں تاریخی، رزمیہ، عشقیہ اور صوفیانہ ہیں۔ عشقیہ داستانیں کثرت سے نظم ہوئیں۔ ان میں کوئی انفرادیت نظر نہیں آتی۔ بہت سی مثنویوں میں ایک ہی کہانی مختلف انداز میں ملتی ہے۔ لیکن بعض اعلا پائے کی مثنویاں بھی تخلیق ہوئیں، مثلاً غواصی، نصرتی اور ملا وجہی وغیرہ کی مثنویاں۔ دکنی شعرا کے علاوہ دکنی حکمرانوں بالخصوص عادل شاہی اور قطب شاہی بادشاہوں نے نہ صرف شعرا کی سرپرستی کی بلکہ خود بھی مثنویاں لکھیں۔

شمالی ہند میں غزل کے ساتھ ساتھ مثنوی کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ شمالی ہند کے شعرا کے پیش نظر دکنی مثنوی کی شاندار روایت تھی، اس لیے یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ شمالی ہند کے شعرا نے دکن کی مثنوی کی روایت سے براہِ راست استفادہ کیا ہوگا۔ افضل جھنجھانوی اور جعفر زٹلی شمالی ہند کے ابتدائی شعرا ہیں جنھوں نے مثنوی میں اپنے نقوش چھوڑے۔ اس عہد کے دوسرے شعرا مثلاً فائز، آبرو، حاتم وغیرہ نے مختلف موضوعات پر چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھیں۔ مثنوی کی بحروں میں ہونے کے باعث ان نظموں کو مثنویوں میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ ان مثنوی نما نظموں کو شمالی ہند کی مثنویوں کے ابتدائی نقوش تصور کرنا چاہیے۔ شمالی ہند میں مثنوی نگاری کا دوسرا دور میر، سودا، مصحفی، قائم سے شروع ہوتا ہے۔ ان تمام شعرا نے اس صنف میں دائمی نقوش چھوڑے۔ اخلاق، تصوف، عشق وغیرہ موضوعات پر کثرت سے مثنویاں لکھی جانے لگیں۔ اس دور کی مثنویوں میں جذبات کی عکاسی اور مناظرِ فطرت کی مصوری خاص طور پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ عشقیہ مثنویاں خاصی تعداد میں تخلیق کی گئیں جن میں طبع زاد قصے بھی نظم ہوئے اور اس عہد کے مشہور قصے بھی نظمائے گئے۔ مثنوی نگاری میں سب سے کامیاب نقش میر حسن نے یادگار چھوڑا۔ 'سحر البیان' تخلیق کر کے حسن نے مثنوی کی روایت کا دائرہ وسیع تر کر دیا اور اس صنف کو فن کی حیثیت سے انتہائی بلندی پر پہنچایا۔

مصحفی جیسا کہ مذکور ہوا، ایک زود گو شاعر تھے۔ بات چیت کی رفتار سے شعر کہنے پر قادر تھے، اس لیے غزل کے علاوہ قصیدہ اور مثنوی میں بھی انھوں نے خاصا سرمایہ یادگار چھوڑا۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی قصیدہ گوئی اور مثنوی نگاری سے متعلق کچھ نہ لکھا۔ ہمارے بہت سے ناقدین محمد حسین آزاد کی سحر بیانی میں ایسے کھو گئے کہ مصحفی کی غزل گوئی کو بھی آزاد کی عینک سے ہی دیکھتے رہے۔ مصحفی نے مثنوی نگاری میں بھی تقلیدی روش کو آزمایا۔ مصحفی نے میر اور بعض دوسرے شعرا کے جواب میں بھی مثنویاں لکھیں جو ان کے اختراعی مزاج کی آئینہ دار ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے مصحفی کی مثنویاں اہمیت کی حامل ہیں۔

قصیدہ نگاری میں سب سے اہم نام سودا کا ہے۔ ایک کامیاب قصیدے میں جن لوازم کو ضروری خیال کیا گیا وہ سب قصائد سودا میں نظر آتے ہیں۔ مضمون آفرینی، شوکتِ الفاظ، زورِ بیان، تخیل کی بلند پروازی، مشکل زمینیں، نادر تشبیہات و استعارات وغیرہ قصائد سودا کی اہم خصوصیات ہیں۔ سودا کے بعد کی نسل کے قصیدوں میں یہ خصوصیات عموماً نظر نہیں آتیں۔ صرف ذوق ایسے شاعر ہیں جنھوں نے سودا کی تقلید کی اور اپنے قصائد میں ان تمام لوازمات کو لازمی طور پر برتنے کی کوشش کی۔ حالاں کہ ذوق کا دائرہ سودا کے قصائد کی طرح وسیع نہیں۔

مصحفی نے بھی سودا کی پیروی میں قصیدے لکھے لیکن مصحفی کے اختراعی مزاج نے تقلید کے عمل میں روایت کا دائرہ وسیع کیا اور قصیدے میں بھی ایک نئے لہجے اور رنگ کو تخلیق کیا۔ مصحفی نے اپنے معاصرین کے مقابلے میں سب سے زیادہ قصیدے لکھے۔ غزل کی طرح ان کے قصیدوں کی بھی اہم خصوصیت اعتدال و توازن ہے۔ ان میں بلند آہنگی اور زورِ بیان کو تلاش کرنے والوں کو مایوسی ہوگی۔

قصائدِ مصحفی کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو ان کے معاصرین مثلاً جرأت و انشا وغیرہ کی چشمکوں اور معرکہ آرائیوں کے نتیجے میں وجود میں آیا جس کا مقصد مقابلے میں ڈٹے رہنے کے ساتھ ساتھ اپنی قادر الکلامی اور استادی کا سکہ بٹھانا اور لکھنؤ میں قدم جمائے رکھنا تھا۔ چناں چہ یہ قصیدے مصحفی کی ذاتی زندگی کے اہم دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ قصائدِ مصحفی میں تعلّی اور خودستائی کے اشعار کی کثرت نظر آتی ہے جس کی مثال کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملتی۔ مصحفی نے حمد اور منقبت قصائد میں بھی تعلّی اور خودستائی کی گنجائش پیدا کر لی اور طرح طرح سے اپنے کمالات کا اظہار کیا۔

فنی اعتبار سے مصحفی کے قصیدے کامیاب ہیں۔ قصیدے کے اجزائے ترکیبی کو انھوں نے بڑی خوبی سے برتا ہے۔ انھوں نے اپنے ممدوحین کے حفظِ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ سودا کی طرح زمین آسمان کے قلابے نہیں ملائے بلکہ اعتدال و توازن سے کام لے کر حقیقی تصویر ابھارنے کی کوشش کی۔ مصحفی نے ثقیل اور مشکل اصطلاحات سے بھی قصیدے کو بھاری بھرکم بنانے کی کوشش نہیں کی۔ زبان و بیان کے اعتبار سے مصحفی کے قصیدے لائقِ مطالعہ ہیں۔

مصحفی کے پیش رو قصیدہ نگاروں میں سودا، میر، قائم اور میر حسن وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ سودا کو قصیدہ گوئی میں اس قدر مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی کہ ان کی غزل گوئی پس منظر میں چلی گئی۔ سودا کو اس کا احساس تھا:

لوگ کہتے ہیں کہ سودا کا قصیدہ ہے خوب
ان کی خدمت میں لیے میں یہ غزل جاؤں گا

سودا کی قصیدہ گوئی کے علاوہ ان کی غزل گوئی بھی خصوصی توجہ کی متقاضی ہے۔ قصیدہ گوئی میں سودا نے فارسی قصیدہ نگاری کی روایت سے استفادہ کیا اور اس صنف کو بلندی پر پہنچا دیا۔ سودا کی اتباع میں ان کے بعد کی نسلیں قصیدے لکھتی رہیں۔ سودا کے ہم عصر میر تقی میر بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے اور اس صنف میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ لیکن قصیدے گوئی میں سودا کے برابر بھی نہ پہنچ سکے۔ دراصل یہ ضروری نہیں کہ ہر شاعر یکساں طور پر تمام اصناف میں کامیاب ہو بلکہ کسی فنکار کی عظمت کا دارومدار عموماً کسی ایک ہی صنف پر ہوتا ہے۔ میر کے مزاج میں غزل ایسی رچی بسی تھی کہ قصیدے میں بھی اسی کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ میر نے سودا کی زمینوں میں قصیدے لکھے لیکن مبالغہ، غلو، پرشکوہ زبان کی تقلید نہ کی۔ میر نے قصیدے میں بھی الگ راہ اختیار کی۔ مضمون آفرینی اور خیال آفرینی میر کے قصائد کی اہم خصوصیات ہیں۔

میر حسن بنیادی طور پر مثنوی نگار تھے، چند قصیدے بھی انھوں نے لکھے۔ قصیدے کے لوازمات کو میر حسن نے برتنے کی پوری کوشش کی، لیکن ان کے قصیدوں میں ان کا مثنوی مزاج بھی جھلکتا ہے۔ بعض اوقات قصیدے میں بھی مثنوی کا تسلسل اور تغزل کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مدح سرائی میں اعتدال پایا جاتا ہے۔ روانی اور سلاست ان کے قصائد کی اہم خصوصیات ہیں۔

قائم چاند پوری، سودا کے شاگرد تھے اس لیے استاد کی تقلید میں قصیدے بھی انھوں نے لکھے۔ ان کے قصائد میں تنوع اور رنگا رنگی میر کے مقابلے میں زیادہ ہے، لیکن کہیں کہیں الفاظ و اصطلاحات مشکل بھی اختیار کیں جس سے ثقالت پیدا ہو گئی ہے۔ شاید یہ سودا کی پیروی کا نتیجہ ہو۔ اس عہد میں دراصل قصیدہ گوئی نہ صرف قادرالکلامی کا ثبوت تسلیم کی جاتی تھی بلکہ حصولِ زر کا بھی ایک اہم ذریعہ تھی۔

دلی میں مسلسل بیرونی حملوں کے سبب تباہی و بربادی مقدر ہو گئی تھی۔ سیاسی اور معاشی بحران کے پیش نظر بہت سے شعرا دلی سے ہجرت کر کے لکھنؤ اور بعض دوسرے مقامات پر پہنچے۔ لکھنؤ کے شاہی درباروں میں شعرا کی بڑی آؤ بھگت تھی۔ قصیدہ ان درباروں کی رسائی کے لیے ایک طاقتور ذریعہ تھا۔ اکثر شعرا سلاطین کی مدح میں قصیدے لکھ رہے تھے اور مناسب موقع پا کر امرا و سلاطین سے رجوع کرتے اور اپنے لیے دربار میں مناسب مقام و مرتبے کی تلاش میں رہتے۔ اس میں دو رائے نہیں کہ نوابین اودھ نے ان مہاجر شعرا کی سرپرستی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ●●

(پہلی قسط)

دارا شکوہ کی طب دوستی

پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن
تجارہ ہاؤس، دودھ پور
علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲ (یوپی)

مغلیہ عہد علمی تاریخ کا ایک بہت روشن اور تابناک عنوان ہے۔ اس عہد میں نہ صرف کثرت سے گرامی منزلت اطبا پیدا ہوئے اور اعلا پایے کی تصانیف منصۂ شہود پر آئیں، بلکہ اس عہد کے باکمال طبیبوں نے درس کی شاندار مجلسوں اور محیر العقول علاجی سلسلہ کے ذریعے برِصغیر میں طب کو مقبول عام بنانے میں زبردست حصہ ادا کیا۔ اس کے اثرات آج بھی جاری ہیں اور محسوس کیے جانے کے لائق ہیں۔

بادشاہوں کے دربار سے وابستگی کے علاوہ شہزادوں اور اُمرا کی سرکاروں سے بھی فرزانہ ترین شخصیتوں اور صاحب کمال شعراء، اُدبا وعلما کی طرح اطبا کی ایک جماعت وابستہ رہتی تھی۔ مغل شہزادوں کی خوش ذوقی، فرہنگ و ہنر سے دل چسپی اور شعروادب، فنونِ لطیفہ، مصوری، موسیقی، وطباطبی سے تعلق کے بہت سے دل چسپ واقعات ملتے ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی علمی وفنی قدر افزائی کی جو تفصیل فراہم کی ہے، وہ بجائے خود ایک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتی ہے۔

مغل شہزادوں میں دارا شکوہ ایک ایسا شہزادہ ہے، جسے عقلی علوم اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے خاص شغف تھا۔ علم دوستی اور ہنر پروری کے ساتھ مختلف علوم میں دستگاہ رکھتا تھا۔ علم کے جن شعبوں سے اس کی دل چسپی قائم تھی، ان میں طب بھی شامل ہے۔ اس کی سیاسی شخصیت، تخت نشینی کے لیے اورنگ زیب سے اس کی معرکہ آرائی اور اس کے مذہبی وفلسفیانہ خیالات پر کافی کچھ لکھا گیا ہے، لیکن طب سے اس کی دل چسپی کے بارے میں اظہار خیال نہیں کیا گیا ہے۔

ایامِ شہزادگی میں دارا شکوہ کے دامنِ دولت سے دوسرے فضلا کے ساتھ متعدد ایسے اطبا وابستہ تھے، جنھوں نے اس کی سرپرستی وقدر دانی کی بدولت طب میں علمی کام انجام دیے اور ان کے ذریعے برِصغیر ہند کی علمی وراثت میں قیمتی اضافہ ہوا۔ اس مضمون میں ایسے ہی چند طبیبوں اور ان کی تصانیف کا تعارف پیش نظر ہے۔

اس سلسلے کی سب سے اہم شخصیت مرزا امان اللہ خاں فیروز جنگ ملقب بہ خان زمان کی ہے۔ خان زمان نے کابل کی نائب امارت اور بالا گھاٹ کی امارت (گورنری) کے فرائض انجام دیے۔ شاہجہاں کی طرف سے دکن کی جنگ میں سرگرم عمل رہا۔ بالا گھاٹ میں ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء میں سفرِ آخرت کیا۔ شاہجہاں نے پنج ہزاری منصب اور خان زمان کا خطاب عطا کیا تھا۔

یہ سالار مہابت خاں کا بیٹا عالی قدر بیٹا اور سربرآوردہ امیر، جہاں تلوار کا دھنی تھا، وہاں تاریخ، ادب اور شاعری میں امتیاز کے ساتھ طب میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ امانی تخلص تھا۔ مآثر الامرا میں اس کی انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی خاص طور پر تعریف کی گئی ہے۔ سیاسی وحربی مصروفیات کے باوجود ایک درجن سے زیادہ کتابوں کی تصنیف کا اسے اعزاز حاصل ہے۔

۱- رقعات امان اللہ حسینی: ہم عصر صوفیہ کے نام خطوط کا مجموعہ ہے۔ خطوط میں تصوف اور عرفان کی بہت سے باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۲- انشائے خانہ زاد خانی: اس کے خطوط کا دوسرا مجموعہ ہے۔ اس میں سیاسی اور ملکی مسائل سے گفتگو کی گئی ہے۔ دونوں خطوط کی نثر بہت شگفتہ ہے۔

۳- چہار عنصر دانش: ضخیم عربی فارسی لغت ہے۔ طبی اصطلاحات بھی درج ہیں۔ فرہنگ نویسی کی اچھی کتابوں میں شمار ہے۔

۴- دیوان امانی: شاعری اور کلام پر اس کی دسترس کو ظاہر کرتا ہے۔

۵- اس کی ایک کتاب 'تاریخ سلاطین عالم' بھی ہے۔ ڈی این مارشل کی کتاب Moghals in India میں اس کا ذکر ہے۔

ان پانچ ادبی وتاریخی کتابوں کے علاوہ درج ذیل طبی کتابیں اس کی یادگار ہیں:

دستور الہنود: ادویۂ مفردہ پر، سنسکرت کی کتاب مدن ونود (راجہ مدن) کا فارسی ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ اس نے ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۵ء میں کیا تھا۔ خدا بخش، پٹنہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی، کیلی فورنیا یونی ورسٹی لائبریری، نیو یارک میں اس کے نسخے ہیں۔

دستور الاطباء: برہان پور میں ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء میں لکھی گئی ہے۔ اب تک کی اطلاع کے مطابق اس کا واحد قلمی نسخہ راقم الحروف کے ذخیرے کی زینت ہے۔ دیباچے کے مطابق یہ دراصل دستور العمل اطباء ہند ہے۔

ام العلاج: ایک اہم اور ضخیم تصنیف ہے۔ اس کا سال تالیف ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء ہے۔ ۱۸۷۲ء میں نول کشور، کانپور سے طبع ہوئی ہے۔

مفتاح المفردات: اس کو اس نے اپنے عالی قدر باپ مہابت خاں کے نام معنون کیا ہے۔ نیشنل میوزیم، نئی دہلی میں اس کا مخطوطہ محفوظ ہے۔ خدا بخش لائبریری میں اس کا نسخہ مقدمہ مفتاح المفردات کے نام سے ہے۔

مقدمہ بر مرآۃ الجواہر: خدا بخش، پٹنہ میں دستیاب ہے۔

رسالہ در طریقہ مسہلات: علاج بالمسہل پر اس کا یہ رسالہ بوٹانیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لکھنؤ میں موجود ہے۔ یہ ۱۰۷۶ھ (۱۶۶۵ء) کا لکھا ہوا ہے۔

عشرۂ کاملہ خاں زمانی: اس کتاب کا ذکر صرف اس کے ماخذ کی فہرست میں ملتا ہے۔ ابھی تک کسی لائبریری میں اس کی موجودگی کی اطلاع نہیں ہے۔

امان اللہ کی مشہور تصنیف 'گنج بادآورد' کی وجہ سے طبی تاریخ کا ایک ممتاز نام ہے۔ 'گنج بادآورد' طب میں قرابادینی ذخیرہ کی ان اہم بالشان کتابوں میں ہے، جو ہندوستان میں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ اس ضخیم کتاب کی تصنیف میں اس نے ۱۰۵ کتابوں سے مدد لی ہے۔ ماخذ کی اس طویل فہرست سے کتاب کے معیار، مصنف کے مطالعہ کی وسعت اور ذوقِ تحقیق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے علاوہ رضا لائبریری، رامپور، آصفیہ، حیدرآباد، ندوۃ العلماء، لکھنؤ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی، پھلواری شریف، بہار میں اس کے نسخے دستیاب ہیں۔ نجف، عراق میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) کا مکتوبہ موجود ہے۔

مؤلف نے اس کا نام 'گنج بادآورد' رکھا ہے۔ بظاہر تو یہ خسرو پرویز کے دوسرے خزانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قیصر روم کا یہ خزانہ جسے باد مخالف، خسرو پرویز کے ملک کی طرف لے آئی تھی۔ اسی طرح یہ کتاب بھی ایک گنج مخفی ہے، جس میں طب کا قیمتی ذخیرہ پوشیدہ ہے۔

'گنج بادآورد' کی تصنیف شاہجہاں کے زمانے میں ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء میں عمل میں آئی ہے۔

سال ختمش از خرد جستم و گفت
ختم شد تاریخ ختم ایں کتاب

سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ دیباچے میں شاہجہاں کی توصیف کے علاوہ چاروں بیٹوں دارا شکوہ، شجاع، اورنگ زیب اور مراد کو منظوم خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

اس نے لکھا ہے: اگرچہ حکماء یونانی واطبا ہند نے تجربہ وقیاس کی بنیاد پر دفتر کے دفتر جمع کر دیے ہیں۔ یہ عہد جس میں کار دانش، جہالت اور سرمایۂ جہل، دانش ہے۔ اس خزانہ کو فراہم کرنے والے یعنی امان اللہ المخاطب بہ خان زمان فیروز جنگ ابن مہابت خان خانخاناں بہادر سپہ سالار سید محمد فیروز حسینی کو قدیم حکماء کے آثار اور حال کے حکما کے تجربات سے اسباب وعلامات اور مرکبات کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، انھیں اس دفتر میں اس نے مدون اور جمع کیا ہے۔

خدا کی توفیق اور میری کوشش اور تحقیق سے دستور الاطبا کے مطابق یہ کتاب مرتب ہو گئی ہے۔ خدائے تعالی اس نگارستان صورت ونگارستان معنی کو فرمانروائے اقلیم سلطنت، وختیار ہاموس خاندان جہانبانی وجہانداری، خورشید طلعت، بہرام صولت، برجیس سعادت، کیوان منزلت، مشتری علم، عطارد قلم، قمر رکاب، فلک جناب، انجم سپاہ، گردوں بارگاہ، جن کی مہر بشرہ کو سنگ یاقوت میں تر کر دیتی ہے اور جن کا علم، قطرے کو صدف میں قیمتی موتی بنا دیتا ہے، ان کی سخاوت کے سامنے آفتاب اپنا خالی ہاتھ جھاڑتا اور ان کے عزم کے سامنے آسمان زمین کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس کا ضمیر عالم غیب کا آئینہ اور اس کی گفتار صحیفۂ لاریب کی ترجمان ہے۔ دنیا پر اس کی نگاہ بغیر عبرت نہیں پڑتی اور خلوق کے ساتھ اس کی گفتگو حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ وہ بندۂ دانا اور مسند آرائے سریر گورگانی فروغ بخش عالی خاندان صاحبقرانی ہے:

ایکہ صحبت نبود در جہاں
شاہجہاں ثانی صاحبقراں
عاقل و دانا ولی دارا شکوہ
در قدمت چوں پہ کاہست کوہ
دیدہ نہ بیند چو تو شاہ شجاع
حفظ تو کردہ است اجل را وداع
ہست تو عقل فلاطوں فریب
دانش تو دولت اورنگ زیب
ہست تو آئینہ عدلست و داد
جود تو بخواست پہ عقد مراد
محبت اندعۂ پاس تو ۔۔۔
بود سوئے پیشہ نسیم صبا
گرچہ دریں دائرہ از دیرگاہ
ذات شہاں آمدہ ظل الٰہ
ذات تو شائستہ شاہی بود
سایۂ تو نور الٰہی بود
جسم تو روحست سبک تر زجاں

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

خصوصی رعایت پر کتابوں کی فراہمی

انجمن ترقی اردو (ہند) نے فیصلہ لیا ہے کہ انجمن کا بک ڈپو اب اپنی ہی مطبوعات فروخت کیا کرے گا، لیکن ہمارے اسٹاک میں ابھی بھی بہت بڑی تعداد میں ایسی کتابیں موجود ہیں جو دوسرے اداروں اور مصنفین سے خریدی گئی تھیں، اس لیے انجمن نے ان کی سیل کے لیے کاؤنٹر بنایا ہے جس پر 70% رعایت دی جارہی ہے، ڈاک خرچ خریدار کے ذمے ہوگا۔ ان سبھی کتابوں کی فہرست کی پہلی قسط اس شمارے میں دی جارہی ہے اور باقی کتابوں کی فہرست آئندہ شمارے میں شائع کردی جائے گی۔ (ادارہ)

تحقیق و تنقید

آثار کاکو	عطا کاکوی	۳۵/=
آثار محروم	امریک آنند	۳۰۰/=
آنکھیں میری باقی اُن کا	رام آسرا راز	۳۲/=
آئینہ خوش رنگ (محروم عظیم بحیثیت شاعر)	تنویر احمد	۱۰۰/=
اپنی محفل اپنے دوست	جگن ناتھ آزاد	۲۵۰/=
احتساب	وجیب الرحمٰن	۷۵/=
ادبی جائزے	ناشر نقوی	۷۵/=
ارمغانِ آزاد	ظہور الدین	۱۲۰/=
اظہار	اعجاز راہی	۷۰/=
افسر شناسی	مشفق نصرت	۱۰/=
افکار تازہ	جلال انجم	۳۰/=
افکار محروم	مالک رام	۷۰/=
اٹل بہاری واجپئی: شخص، شاعر، سیاستداں	فاروق ارگلی	۱۵۰/=
اقبالیاتِ آزاد	محمد اسد اللہ وانی	۱۰۰/=
انکسار	آزاد گلاٹی	۱۰۰/=
امیر اللہ شاہین: شخصیت اور فن	جلال انجم	۱۰۰/=
بازدید	مخمور سعیدی	۹۰/=
بابائے قوم	پریم گوپال متل	۱۰۰/=
برج پریمی: ایک مطالعہ	پریمی رومانی	۱۵۰/=
بچوں کے پریم چند	نیتی سروج	۱۰/=
بچوں کے غالب	ظہیر احمد صدیقی	۵/=
بسمل سعیدی: شخص و شاعر	گوپال متل	۷۵/=
بہار و خزاں	حمیدہ سلطان احمد	۱۰۰/=
بین السطور	رحمت یوسف زئی	۱۰۰/=
پتنگ، بیاج اور پیچ	سید ساجد علی ٹونکی	۲۵/=
تحقیق و تنقید	امیر اللہ خاں شاہین	۳۰/=
تعمیر فکر	جگن ناتھ آزاد	۲۵۰/=
تقابل و تجزیہ	قدیر امتیاز	۱۵/=
تلاش و تعبیر	منظر اعظمی	۳۶/=
تلخیاں	قمر امام	۴۰/=
تلوک چند محروم	جگن ناتھ آزاد	۱۰۰/=
تلوک چند محروم: شخصیت اور فن	زینت اللہ جاوید	۱۵۰/=
تلوک چند محروم کی شاعری اور جدوجہد آزادی ہند	درخشاں تاجور	۱۰۰/=
تنقید مشرقی	عبد المغنی	۳۷/=
جدید اردو ٹائپ رائٹنگ	سید راشد حسین	۶۰/=
جگر مراد آبادی: ایک مطالعہ	ضامن علی خاں	۱۰۰/=
جگن ناتھ آزاد بطور نثر نگار	عاصمہ عزیز	۲۵۰/=
جگن ناتھ آزاد: اردو ادب کی آبرو	محمد توفیق خاں	۲۰۰/=
جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری	حمیدہ سلطان احمد	۶۰/=
جگن ناتھ آزاد: ایک مستقل ادارہ	نذیر فتحپوری	۱۵۰/=
جگن ناتھ آزاد: ایک مطالعہ	محمد ایوب واقف	۱۳۰/=
جگن ناتھ آزاد بحیثیت شاعر	محمد جمشید رضوانی	۲۰۰/=
جگن ناتھ آزاد بطور اقبال شناس	یاسمین کوثر	۲۰۰/=
جگن ناتھ آزاد: حیات اور ادبی خدمات	خلیق انجم	۲۵۰/=
جگن ناتھ آزاد: فکر و فن	محمد منظور عالم	۲۰۰/=
جلوۂ بینش	مظہر عزیز	۳۵/=
جلوۂ صد رنگ	برج پریمی	۷۵/=
جمیل الدین عالی: فن اور شخصیت	ایم حبیب خاں	۱۳۰/=
جواز و انتخاب	کوثر مظہری	۴۰۰/=
چہل حدیث منظوم	سید عابد علی وجدی	۱۰/=
حکیم سید ظل الرحمٰن: حیات و خدمات	سید حسن عباس	۳۰۰/=
خطوطِ مالک رام	شمیم جہاں	۴۲۵/=
دلوں کی خیر	اکرام اللہ	۱۰۰/=
ڈاکٹر ذاکر حسین خاں: حیات، فکر اور عمل	خلیق انجم/عبدالغفار شکیل	۱۰۰/=
ڈاکٹر عندلیب شادانی: حیات اور کارنامے	کلثوم ابوالبشر	۱۲۰/=
راجستھان میں اردو تعلیم کا جائزہ	عزیز اللہ شیرانی	۲۰/=
رالف رسل جو کہندہ و پایندہ	ارجمند آرا	۲۹۵/=
رپورٹ تیسری انڈین نیشنل کانگریس	اتر پردیش اردو اکادمی	۲۴/=
رموزِ فکر و فن	زاہدہ زیدی	۱۱۵/=
روح العنایت	ہادی نقشبندی	۶۰/=
روشنی کے مینار: سید حامد	خلیق انجم/نثار احمد فاروقی/ابوالفیض سحر	۱۰۰/=
ساحر شیوی: حیات اور شاعری	ہاشم عبدالرزاق	۱۵۰/=
ساحر ہوشیار پوری: ایک مطالعہ	خورشید عالم	۱۰۰/=
سلام و پیام (خطوط جگن ناتھ آزاد کے نام)	امین بنجارا	۲۰۰/=
شاہیں	علیم اللہ حالی	۸۰/=
شام کی منڈیر سے	وزیر آغا	۲۵۰/=
شفیق جون پوری: شخصیت اور فن	ایس ایم عباس	۱۸/=
صاعقہ طور	تاج پیامی	۴۵/=
صبح	مبارک کاپڑی	۵۰/=
عزمی دہلوی: حیات و ناول نگاری	خالد اشرف	۷۵/=
عصر جدید کا ممتاز ادیب قمر امام	شاہد رحیم	۱۲۰/=
عکس زار	سید علی احمد دانش	۳۰/=
علامہ ابوالسعود و دیگر مشاہیر	سید منظور احمد	۱۵۰/=
غذائی مسئلہ کا حل	اے، جگت سنگھ	۱۸/=
فسانۂ عجائب کا بنیادی متن	محمود الٰہی	۲۵/=
فکر و فن	جگن ناتھ آزاد	۲۵۰/=
قلم اور آواز	اندرجیت لال	۳۰/=
کالی داس گپتا رضا: تحقیق و تالیف اور شعر کی روشنی میں	ظفر ادیب	۳۵/=
کالی داس: ایک مطالعہ	محمود زکی	۲۰/=
کس دیس بستیاں ہیں	جگن ناتھ آزاد	۲۰۰/=
کوکن کے سپوت	انجم عباسی	۹۰/=
گاندھی جی کے افکار	پریم گوپال متل	۱۰۰/=
گرد و پیش	سید محمد مرتضیٰ	۲۵/=
لذتِ آشنائی	زاہدہ زیدی	۲۰۰/=
لفظ و پیکر	محمد ابوظفر	۲۵/=
لکھنؤ اور سرشار کی دنیا	مسعود الحق	۱۰۰/=
لل دید	جیالال کیرو	۳۰/=
مباحث	برج پریمی	۱۸۰/=
محمد عثمان عارف: شخصیت و فن	عمر جہاں	۱۰۰/=
محمد علی طبیب: حیات اور تصانیف	عبد الحی	۸۰/=
مضامینِ سید حامد (دوم)	خلیق انجم/نثار احمد فاروقی	۱۵۰/=
مظہر امام کی تنقید نگاری	محمد رضا کاظمی	۵۰/=
معروضات	ضیاء الرحمٰن صدیقی	۱۰۰/=
مغرب کے نغمے	کرشن مراری	۷۵/=
موجِ نقد	محمد زماں آزردہ	۲۵۰/=
مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار	صابر حسین خاں	۱۵۰/=
میں زندہ ہوں	محمد ایوب واقف	۶۰/=
نذرِ آزاد	امین بنجارا	۲۰۰/=
نذرِ رفعت سروش	شبانہ نذیر	۲۵۰/=
نشاطِ خاطر	سید محمد حسنین	۱۶/=
نقش و رنگ	شہپر رسول	۱۵۰/=
نکات	ستنام سنگھ خمار	۵۰/=
نو آئین ہندی	مرتبہ شکری مولوی سید سلیمان حسین	۱۳/=
نئے زاویے	رفعت اختر	۶۰/=
وجاہت علی سندیلوی: شخصیت اور ادبی آثار	ظفر احمد نظامی	۲۰۰/=
وریام سا گر آنند: انسان دوست شاعر و ادیب	یونس اگاسکر	۵۰۰/=
ولا اکیڈمی: اعتراف خدمات		۲۵/=
وہائٹ ہاؤس کے آس پاس	انیس چشتی	۱۳۰/=
ہمارے کنور صاحب	کے ایل نارنگ ساقی	۵۰/=
ہندوستان میں لائبریری تحریک کا آغاز و ارتقا	رام شوبھت پرساد سنگھ	۱۵۰/=
ہندوستانی اقتصادی مسائل	سید ساجد علی ٹونکی	۵۰/=
یادگارِ سلیمان	عبد القوی دسنوی	۲۵/=
یادگاری خطبات	نثار احمد فاروقی	۱۵/=
اقبال مائنڈ اینڈ آرٹ (انگریزی)	جگن ناتھ آزاد	۳۰۰/=
مرقع اقبال	جگن ناتھ آزاد	۲۵۰/=

شاعری

آب	منظور ہاشمی	۴۰/=
آبِ نیساں	فرید پربتی	۱۵۰/=
آسمان محراب	شمس الرحمٰن فاروقی	۲۰۱/=
آشوبِ غم	خالد کفایت	۳۰/=
ابر سخی	قادر صدیقی	۲۰/=
ارض بے شجر	مظہر مہدی	۶۰/=
از بر	طراج حیرت	۳۰/=
اسرار فن	ظفر مراد آبادی	۱۰۰/=
اعتراف جنوں	شاکر علی	۱۰۰/=
افکار گریزاں	حقیر آستانی	۵۰/=
انبساط کرب	سید محمد نجم الدین	۲۵/=
انتخاب کلام جرأت	ایم حبیب خاں	۸/=
شرح انتخاب منظومات	محمد سراج الحق	۲۰/=

انتخاب منظومات	سید صادق علی نوگی	۲۵/=	پرواز رشک	مسعود پوشر ماہ رشک	۴۰/=	حرف تنہا	رہش تنہا	۱۰۰/=
انمول	دیپک قمر	۴۰/=	پس عکس خیال	ارشد صدیقی	۱۰۰/=	حرف حرف	شرر فتح پوری	۳۳/=
اوتار	دیپک قمر	۴۰/=	پنچھی رخصت ہوئے	جاوید ندیم	۳۰/=	حرف شوق	محمد منظور احمد	۱۰/=
اوج ثریا	اوج اوجی	۲۰/=	پلکوں کے درمیان	نسیم روش	۷۵/=	حرف مسبب	رتی کانت راہی	۲۵/=
باز کے پر گھاس اور چنگاریاں	ایاز احمد قریشی	۴۰/=	پہچان	عتیق النظر	۸۰/=	حرف نم دیدہ	محمد علی اثر	۳۰/=
بچوں کی دنیا	تلوک چند محروم	۲۵/=	ترنگی لہریں	شمشیر سنگھ شیر	۱۲۰/=	حرف و صدا	فراز سلطان پوری	۱۰۰/=
برجستہ	عابد مناوری	۳۵/=	جام انا	رحمٰن جامی	۵۰/=	حرف دلنوا	خلش دہلوی	۵۰/=
برف کی آگ	جعفر رضا	۲۰۰/=	جانوروں کا مشاعرہ	خالد رحیم	۵۰/=	حسن و عشق	عالم لکھنوی	۳۵/=
بساط نظر	رزاق حمید	۴۰/=	جذبوں کی زبان	شہباز ندیم ضیائی	۲۵/=	حقیقت منتظر	رام پرکاش راہی	۸۰/=
بساط نو	فضل الرحمٰن	۴۰/=	جستجو	جگن ناتھ آزاد	۲۰۰/=	خارزار	خار دہلوی	۴۰/=
بکھرے پھول	مرتضیٰ نسیم	۸/=	بے شری رام	انور ندیم	۸۰/=	خاموشی آواز کرے گی	رعنا سحری	۱۵/=
بولتی تکونیاں	سہیل احمد زیدی	۲۵/=	چاند چہرہ ستارہ آنکھیں	عبیداللہ علیم	۲۵/=	خانوادۂ نور	رفعت سروش	۲۰۰/=
بیچ رتوں کا منظرنامہ	فیاض رفعت	۱۰۰/=	چراغ تہ داماں	بیگم ممتاز فاطمہ زیدی	۱۰۰/=	خواب زار	ارشد صدیقی	۳۰/=
پچھلے پہر کا خواب	راج کھیتی	۲۰/=	چراغ نیم شب	حنیف کیفی	۳۰/=	خواب و خیال	جگدیش نور	۲۰۰/=
پچھلے موسم کی آوازیں	انجم عباسی	۵۰/=	چھلنی چھلنی سائبان	تنہا تماپوری	۳۰/=	خواب عذاب ہوئے	حسن عباس رضا	۵۵/=
پدمنی	شرر فتح پوری	۳۰/=	حدیث دل	سید نورالدین انور	۵۰/=	خود رنگ	پرتپال سنگھ بیتاب	۱۲۵/=
پردیس ہمارا دیس	انجم عباسی	۴۰/=	حرف تمنا	نازش سہسرامی	۲۰/=	خون جگر	دھرم پال عاقل	۳۰/=

بقیہ: داراشکوہ کی طب دوستی

صفحہ ۳ سے آگے

تاج سر حکمت یونانیان
در مطلب عدل تو سقراط جود
حکمت خود را بدہ عالم شود
دار شفا انفس و آفاق را
زہر دہد نشاۂ تریاق را
پیش تو حکم کرمت صبح و شام
بوزرد بقراط و ارسطو غلام
باہمہ دانش نظر بو علی
پیش سکوت تو بفکر جلی
بس کہ سراسیمہ شدہ نا تمام
بوی گل آرد پی بوی زکام
عقل تو از پاس سقمونیا
میکند اسہال کہد را دوا
گر نہ معالج شود ایام را
شہد شود زہر بلا کام را
دانش سقراط چو گردد سقیم
حفظ تو اش از رہ علم قدیم
چون سر سبابہ بشریان نہد
بر تن او ہفت صد جاں نہد
ہر کہ بمدح ایں اندیشہ سفت
آمد و شائستۂ مدح تو گفت
ہمتش از سلسلہ جنباں شود
مور تو اند کہ سلیماں شود

- اے شاہجہاں، عالی کے حکمراں، جہان میں کوئی تمہاری نظیر نہیں ہے
- داراشکوہ کا دل عاقل و دانا ہے اور تیرے قدموں میں پہاڑ ایک گھاس کے تنکے کے مانند ہے
- آنکھ نے شجاع جیسا بہادر نہیں دیکھا۔ تمہاری حفاظت نے موت کو بھی لوٹا دیا ہے
- تیری ہمت افلاطون کی عقل کو فریب دیتی ہے، اور تیرا علم و دانش، دولت اورنگ زیب ہے
- تمہارا ہاتھ عدل و انصاف کا آئینہ ہے اور تمہاری جود وسخا مراد کو بغیر مانگے بخش دیتی ہے
- خوشبو کو تمہارا اس قدر خوف وخیال ہے کہ جنگل کی جانب نسیم صبا لے جاتی ہے
- اس دائرہ میں اگر چہ قدیم زمانے سے بادشاہوں کو ظل اللہ کہا جاتا ہے، لیکن
- تیری ذات در اصل بادشاہت کے لائق ہے اور تیرا سایہ نور الٰہی ہے
- تیرا جسم روح ہے جو جان سے سبک تر ہے اور یونانیوں کی حکمت کے سر کا تاج ہے
- تیرے مطلب عدل میں سقراط نے دونوں عالم میں اپنی حکمت کی نمائش کی ہے
- انفس وآفاق کو شفا دی ہے اور زہر کو تریاق عطا کیا ہے
- صبح وشام تیرے حکم کرم کے سامنے بقراط و ارسطو غلامی کرتے ہیں
- بو علی سینا کی نظر تمام علم و دانش کے باوجود تیرے سامنے غور و فکر میں رہتی ہے
- وہ نا تمام سراسیمہ ہو گیا۔ بوی زکام کے بعد بوی گل لاتی ہے
- تیری عقل اسہال کہدی کا سقمونیا سے علاج کرتی ہے
- اگر وہ ایام کا معالج نہ ہو تو شہد زہر بلا ہو جائے
- سقراط کی دانش جب بیمار ہو جاتی ہے تو علم قدیم کی راہ سے تو اس کی حفاظت کرتا ہے
- جب وہ شہادت کی انگلی کا سرا شریان پر رکھتا ہے تو وہ مریض کے جسم میں ۷۰۰ جان ڈال دیتا ہے
- جس کسی کو اس کی مدح کے بارے میں اندیشہ تھا وہ آیا اور اس کے شائستہ اوصاف بیان کیے
- اس کی ہمت سلسلہ سے حرکت میں آجاتی ہے اور چیونٹی سلیمان بن سکتی ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: آصف خستہ کے بغیر

صفحہ ۸ سے آگے

قریبی دوستوں کو بھی اس کا علم اس وقت ہوا جب مرض اپنے آخری مرحلے پر پہنچ چکا تھا۔ مجھے ساجد کے ذریعے اس کا علم ہوا تھا۔ ساجد اس حقیقت سے آگاہی کے بعد بہت ڈسٹرب تھے، لیکن اچانک ساجد خود سب کو ہکا بکا چھوڑ کر چلے گئے۔ ساجد کے تعزیتی جلسے میں جب آصف آیا تو اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، وہ چند جملے ساجد سے متعلق مشکل سے ادا کر پایا اور پھوٹ پڑا۔

شاداب رشید نے جب فون پر اطلاع دی کہ آصف چاچا نہیں رہے تو میں ایک عجیب خالی پن کے احساس سے بھر گیا۔ ڈیڑھ برس پہلے ساجد رشید کی موت میرے لیے معمولی سانحہ نہیں تھا کہ اب آصف خاں بھی ہمیں چھوڑ کر جا چکا تھا۔ میں اس کی موت کے تین چار دن پہلے اس کے گھر گیا تھا، وہ سو رہا تھا۔ بھابی نے بتایا کہ رات بھر نیند نہیں آتی، ریڈیو تھراپی سے دست اور قے کے سبب کچھ کھا بھی نہیں پاتے بس دن بھر نقاہت کے باعث یوں ہی پڑے رہتے ہیں۔ ہماری باتیں سنتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور حسب عادت ہلکے سے مسکرا دیا لیکن اس بار مسکراہٹ میں وہ جان نہیں تھی جو اس کا خاصہ تھا۔ تاہم اس کا بھی اندازہ نہیں تھا کہ اتنی جلدی چلا جائے گا۔ اسی لیے جب تدفین کے بعد رات قبرستان سے لوٹ رہا تھا اس وقت خود کو میں نے بہت اکیلا محسوس کیا تھا لگا۔ اس مٹی کے نیچے بہت کچھ دبا کے جا رہا ہوں۔

(بہ شکریہ سہ ماہی نیا ورق شمارہ ۳۹، ممبئی)

☆☆☆

بقیہ صفحہ ۵ سے آگے

پرنسپل ڈاکٹر حسین دتی کالج ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے کہا کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے کر اچھا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن پچھلے 14 سالوں میں اردو اساتذہ کی تقرری کے نام پر لالی پاپ دیا گیا۔ اردو اکادمی کے وائس چیئرمین پروفیسر اختر الواسع نے کہا کہ ہم اس تعلق سے حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں بلکہ ہماری جانب سے یہ پیش کش ہے کہ اگر حکومت اجازت دے تو اس کام کو ہم اردو اکادمی کی معرفت کر سکتے ہیں۔

مسلم پولیٹیکل کونسل آف انڈیا کے صدر ڈاکٹر تسلیم رحمانی نے کہا کہ شیلا دکشت سرکار نے گزشتہ 14 سال میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے نام پر اردو والوں کے ساتھ مذاق کیا ہے اور اردو کو عملی طور پر کہیں بھی نافذ نہیں ہونے دیا۔ سابق میونسپل کونسلر طلعت سلطانہ نے کہا کہ دہلی سرکار کے ذریعے 75 کروڑ روپے کی لاگت سے آئی ایس بی ٹی عوام کے حوالے کیا گیا۔ وزیر اعلا شیلا دکشت کے ذریعے بتایا گیا کہ نو تعمیر شدہ آئی ایس بی ٹی ملک میں اپنی قسم کا انوکھا ٹرمنل ہے اور اب یہ دہلی کی ایک نئی شناخت بن گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ سرکار کو آئی ایس بی ٹی میں ہندی اور انگریزی کی طرح جانکاریوں کو اردو میں بھی تحریر کرنا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر سید احمد خاں نے کہا کہ سرکار اردو میں غلط تحریر بابائے قوم مہاتما گاندھی سمیت دیگر اہم شخصیات اور مقامات کے ناموں کو درست کرانے کے ساتھ میٹرو اسٹیشنوں اور آئی ایس بی ٹی و دیگر محکموں جہاں اردو میں جانکاری مہیا نہیں، تحریر کرائے، یہ حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے۔

(راشٹریہ سہارا۔ دہلی)

آصفِ خستہ کے بغیر

الیاس شوقی
17/17، ایل آئی جی کالونی
ونوبا بھاوے نگر، کرلا ویسٹ
ممبئی 400070 (مہاراشٹر)

کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ برسوں رہنے کے بعد بھی ہم ان کو سمجھ نہیں پاتے۔ وجہ یہ نہیں کہ ان کی شخصیت میں کوئی پیچیدگی یا الجھن ہوتی ہے کہ ان کی ذات تک پہنچنا محال ہوتا ہے بلکہ ان میں ایک ایسی سادگی اور بھولا پن ہوتا ہے جو انھیں اسی طور پر قبول کرنے میں مانع رہتا ہے۔ وہ بظاہر عام سے لگتے ہیں لیکن عام آدمی ہوتے نہیں۔ آصف خان بھی ایک ایسے ہی شخص کا نام تھا۔ وہ میرا دوست تھا، ایک ایسا دوست جس سے اکثر لڑائیاں بھی ہوتی تھیں لیکن ان جھگڑوں سے دوریاں کبھی پیدا نہیں ہوئیں۔ اس کی طبیعت میں بلا کی بذلہ سنجی اور ظرافت تھی۔ جب اس کا جی چاہتا کہ کسی سے بحث کرے تو شرارتاً لیکن بظاہر سنجیدگی سے کوئی ایک ایسی بات چھیڑ دیتا جس سے وہ شخص جوش میں آ جاتا۔ اس کے جوش کا لطف اٹھاتے ہوئے وہ پھر کوئی ایسا جملہ کہہ دیتا کہ مقابل شخص طیش میں آ جاتے اور نتیجے میں اس سے پہلے کہ حالات بگڑ جاتے اور معاملہ سنگین ہو جاتا، وہ بے ساختہ ہنس دیتا، پھر بڑی سادگی سے کہتا: "یار میں تو مذاق کر رہا تھا، تم غصے میں آ گئے" اور پھر فوراً کوئی ایسا موضوع چھیڑ دیتا کہ ماحول کی ساری کشیدگی نہ جانے کہاں غائب ہو جاتی۔ میں خود کئی بار اس کا شکار ہو چکا تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ آصف سے میری پہلی ملاقات کب، کہاں اور کیسے ہوئی تھی لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ جب بھی ملا ہوگا تو اپنی اپنائیت اور خلوص سے ملا ہوگا کہ اجنبیت اور بیگانگی کا احساس جنم لینے سے پہلے ہی مر گیا ہوگا۔ مجھے بس یہی محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے شاید ہمیشہ سے جانتا تھا۔ اس کی شخصیت میں ایک عجیب کشش تھی، مردانہ حسن اس میں خداداد تھا۔ کتابی چہرے میں سر پر گھنے بال تھے جو ہمیشہ سیدھے اور سجے ہوئے رہتے تھے جس کی وجہ سے پیشانی نمایاں نظر آتی تھی۔ آنکھیں بہت بڑی بڑی نہیں تھیں لیکن چھوٹی بھی نہیں کہی جا سکتی تھیں البتہ ذہانت اور شرارت سے ہر وقت لبریز رہتی تھیں۔ ابھری ہوئی ناک جو سرے پر قدرے پھیل گئی تھی لیکن بھدی قطعی نہیں لگتی تھی، بلکہ اس کے مردانہ حسن میں اضافہ ہی کرتی تھی۔ دلکش ہونٹوں کے درمیان دانت سفید اور بہت گل تھے۔ گزشتہ چند برسوں سے اس نے پان کھانا شعار بنا لیا تھا اس لیے دانتوں میں اس کے اثرات دکھائی دینے لگے تھے اور اسی وجہ سے گال بھی قدرے بھر سے گئے تھے۔ اس پر تقریباً چھ فٹ کا قد، اپنے جثے سے آصف پٹھان ضرور تھا لیکن مزاج پٹھانوں جیسا قطعی نہ تھا۔ لباس میں بھی شائستگی کو غیر محسوس طریقے پر دخل تھا۔ ہلکے رنگ کے شرٹ پینٹ کے علاوہ کبھی کبھی ٹی شرٹ اور کسی خاص موقع پر کرتا پاجامہ بھی پہن لیتا تھا لیکن یہ لگتا ہے کہ ہر کپڑا اس پر جچتا تھا۔ میں اور مرحوم انور خان اکثر اتوار کی صبح تقریباً گیارہ بجے مدن پورہ میں قدوس جہانگیر کی دکان، نگار لائبریری پر پہنچتے تو وہاں آصف سے بھی ملاقات ہو جاتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہم آصف کو اس کے گھر سے ساتھ لے کر نگار لائبریری تک چلے جاتے۔ انور خان اور آصف کا انگریزی ادب کا بہت اچھا مطالعہ تھا۔ آصف کی پوری تعلیم انگریزی کے ذریعے ہوئی تھی۔ عربی کے توسط سے اور اپنی ذاتی دلچسپی کے سبب اس نے اردو میں اچھی خاصی شدبد پیدا کر لی تھی۔ اسی لیے وہ اردو پڑھ لیتا تھا لیکن لکھ نہیں پاتا تھا۔ دونوں جب اپنی پسندیدہ کتابوں کا ذکر چھیڑتے تو بے طرح ان کتابوں کو پڑھنے کا جی چاہتا۔ آصف یا انور سے جب اس بابت میں کہتا تو کتاب دوسرے یا تیسرے دن ہاتھوں میں ہوتی۔ مجھے ان دونوں کے طفیل بہت سی اچھی کہانیاں پڑھنے کا موقع ملا۔ انور خان کے ادبی ذوق کے معترف تو باقر مہدی بھی تھے۔

آصف خان ادیب یا شاعر نہیں تھا لیکن بلا کا ادبی شعور رکھتا تھا۔ میں جانتا ہوں، میرے دوست افسانہ نگاروں میں کئی ایسے ہیں جن کو اپنے کئی افسانوں کے موضوع یا افسانہ لکھنے کی تحریک آصف خان کی گفتگو اور قصوں سے ملی جو وہ بلا تکلف اپنے دوستوں کے درمیان سناتا تھا۔ وہ کہانی سوچ تو لیتا تھا لیکن لکھ نہیں پاتا تھا۔ یہ بھی اس کی زندگی کا ایک المیہ تھا کہ اردو سے معمولی واقفیت کے باوجود وہ اردو افسانہ نگاروں اور شاعروں کا بے تکلف اور گہرا دوست تھا۔ ساجد رشید سے میری ملاقات آصف کے ذریعے ہی ہوئی تھی۔ ساجد اس کا بہت اچھا اور پرانا دوست تھا۔ زندگی کا ایک بڑا حصہ دونوں نے ساتھ گزارا اور اس دوستی کو نبھایا بھی۔ دونوں آرٹسٹ اور کارٹونسٹ تھے۔ آصف اور ساجد نے مل کے سب سے پہلے بچوں کا ایک رسالہ 'لوٹ پوٹ' نکالا تھا۔ اس کے بعد ان کے اوائل میں ایک قلمی میگزین 'نیا وقت' بھی نکالا تھا جو چند شماروں کے بعد ہی بند ہو گیا۔ 'نیا ورق' بھی نکالنے کا جب ساجد نے ارادہ کیا تو آصف شروع سے اس کے ساتھ تھا۔ رسالے کے Lay out پر دونوں کی خصوصی نگاہ رہتی تھی۔ اندر شامل ہونے والے اکثر اسکیچ آصف ہی بناتا تھا۔ 'نیا ورق' کی مجلس ادارت میں آصف خان کی شمولیت کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ اس کا ایک بنیادی جز تھا۔ ساجد کے انتقال کے بعد جو اس کا افسانوی مجموعہ 'ایک مردہ سر کی حکایت' شائع ہوا اس میں بھی آصف کے کئی اسکیچ شامل ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ مزاج میں دونوں کے بہت فرق تھا۔ ساجد کو بہت جلد غصہ آ جاتا تھا لیکن آصف ایسا نہ تھا۔ اکثر موقعوں پر جب بھی ایسی صورت حال پیدا ہوئی کہ ساجد کو کسی تکلیف کا سامنا ہوا تو آصف اس کے ساتھ کھڑا رہا۔ یہ اس کی شخصیت کی بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ دوستوں کے لیے صرف ایک دوست تھا، اپنے حقیقی معنوں میں۔ رسالہ 'نجم' کی اشاعت میں بھی آصف ہمیشہ پیش پیش رہا تھا۔ نہ صرف اس کے کئی شماروں کے سرورق اسی نے بنائے تھے بلکہ سید عارف کی ادارت میں نکلنے والے رسالے 'جواز' کے سرورق بھی آصف کے فن کا ہی نمونہ تھے۔

وہ بنیادی طور پر ایک آرٹسٹ تھا اور اس کے مزاج میں آرٹسٹوں والی خوبیاں تھیں۔ اس کے مزاج میں ایک عجیب قلندرانہ پن تھا۔ اسے دولت کی چاہ یا ہوس کبھی نہیں رہی، بس ضروریاتِ زندگی پوری ہو جائیں یہی اس کے لیے کافی تھا۔ پیشے کے طور پر بھی فری لانس کارٹونسٹ کے طور پر انگریزی اور اردو اخبارات میں کام کے لیے کارٹون بنائے، کبھی کسی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے لیے کچھ دن کام کیا تو کبھی کسی اخبار میں چند روز ملازمت کر لی۔ یہی اس کا مزاج اور طبیعت تھی۔ شاید اسی لیے وہ زندگی میں کوئی کام مستقل مزاجی سے نہیں کر سکا۔ لیکن انسانی مصائب اور مسائل سے اسے ایک ازلی لگاؤ تھا۔ اس کے لیے اس کا دل ہمیشہ بے چین رہا کرتا تھا۔ اس نے اسی جذبے کے تحت ایک بار کارپوریشن کا الیکشن بھی لڑا۔ دراصل آج کل کے الیکشن جذبات کی بنا پر نہیں بلکہ جن سیاسی ضرورتوں کے ساتھ لڑے جاتے ہیں آصف ان سے تہی دامن تھا، اس لیے ہار گیا لیکن وہ اس سے دل شکستہ نہیں ہوا بلکہ اس میں اور بھی جوش اور جذبہ بھر گیا۔ لوگوں کی مدد کرنے اور خاص طور پر مسلمانوں کی ترقی کے لیے کچھ کر گزرنے کا ایک جنون سا تھا اس میں، ایک دیوانگی سی تھی۔ جاوید آنند، تیستا سیتلواڑ، جیوتی پنوانی، ساجد رشید اور جاوید اختر کے ساتھ (MSD) کے تحت وہ سماجی ناانصافیوں اور مظالم کے خلاف شانہ بہ شانہ چلتا رہا۔ اس نے حکومتی اداروں میں نکلنے والی اسامیوں کے لیے نوجوانوں کی رہنمائی کا سینٹر قائم کیا۔ ضرورت مندوں اور سماجی بہبودی کے لیے نیڈس (NEEDS) نام کے ادارے کی بنیاد رکھی اور خاموشی سے کام کرتا رہا۔ اس کے علاوہ بھی کتنے ہی ادارے ہیں جن سے وہ وابستہ تھا۔ اسے لوگوں کے کام آنے اور ان کی مدد کرنے سے جو مسرت ملتی تھی اسے بیان میں نہیں لایا جا سکتا بس اس کے چہرے پر دیکھا جا سکتا تھا۔ گزشتہ سترہ برسوں سے وہ کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا رہا لیکن اس کے کسی رویے سے اس کا پتا نہیں چلا۔ وہ اپنی تمام تر زندہ دلی اور خوش مذاقیوں کے ساتھ جیتا رہا یہاں تک کہ اس کے

(بقیہ صفحہ ... پر)

مدیر: اطہر فاروقی
شریک مدیر: محمد عارف خاں
پرنٹر پبلشر: شاہد خاں مطبوعہ: ثمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس، دہلی
مالک: انجمن ترقی اردو (ہند)، اردو گھر، ۲۱۲- راؤز ایونیو، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲
قیمت (فی شمارہ): دو روپے، سالانہ: ۸۵ روپے (بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر)
Phones: 23237210, 23236299, Fax: 011-23236299
E-mail: hamarizaban@anjumantaraqqiurduhind.org
http://www.anjumantaraqqiurduhind.org